98546 ـ نکاح میں ماموں کا ولی بننا

سوال

میری شادی کو سات برس سے زائد ہو چکے ہیں اور میرے تین بچے بھی ہیں، میرا سوال یہ ہے کہ:
میرے بچپن سے ہي میرے والدین علیحدہ ہیں، میں نے اپنے مرحوم والد کو زندگی میں صرف ایك بار ہی دیكھا ہے، اور انہوں نے دوسرے شہر جا كر شادی كر لی تھی، اور ہمارے ان كے ساتھ كوئی تعلقات نہ تھے، اس لیے جب میری شادی ہوئی توم یرے ماموں میرے ولی بنے تھے، اور میرا بھائی بھی موجود تھا اس نے اس پر كوئی اعتراض نہیں كیا. مجھے علم ہوا كہ یہ جائز نہ تھا، كیوكہ اگر والد نہ ہو تو پھر ولی اس كے بعد والا بنتا ہے، اب مجھے علم نہیں كہ آیا میری یہ شادی صحیح ہے یا باطل، اللہ نہ كرے اگر باطل ہے تو اب مجھے كیا كرنا چاہیے میرے تو اب تین بچے بھی ہیں ؟

پسندیدہ جواب

الحمد للہ.

اول:

شادی میں ماموں ولی نہیں بن سكتا؛ كیونكہ ولی عصبہ كے ساتھ مخصوص ہے، اور عصبہ مرد میں باپ پھر دادا، اور پھر بیٹا اور پھر بھائی، اور پھر بھتیجا، اور پھر چچا الخ شامل ہوتے ہیں.

ابن قدامہ رحمہ اللہ كہتے ہیں:

" قریبی رشتہ داروں میں سے عصبہ مرد كے علاوہ كسی اور كو مثلا ماں جایا بھائی اور ماموں، اور ماں كا چچا، اور ماں كا نانا وغیرہ كو ولایت حاصل نہیں ہوتی، امام احمد نے یہ كئی ایك مقام پر بیان كیا ہے، اور امام شافعی كا قول بھی یہی ہے، اور امام ابو حنیفہ سے بھی ایك روایت یہی مروی ہے " انتہی

دیكھیں: المغنی (7 / 13).

دوم:

كسی دوسرے شخص كی بجائے لڑكی كے باپ كو اپنی بیٹی كی شادی كرنے كا زیادہ حق ہے، اور اولاد كی تربیت میں

کمی و کوتاہی کرنے سے باپ کی ولایت کا حق ساقط نہیں ہو جاتا، اور اسی طرح باپ کے غائب ہونے سے بھی اس کی ولایت ساقط نہیں ہو گی، ہاں والد اس طرح غائب اور منقطع ہو کہ اس تك پہنچنا اور اس سے رابطہ کرنا مشکل ہو، تو اس حالت میں ولایت منتقل ہو کر اس کے بعد والے ولی میں آ جائیگی.

اس بنا پر آپ کو چاہیے کہ اپنے والد کو اس رشتہ کے متعلق بتاتے، تا کہ وہ آپ کے نکاح کی ذمہ داری پوری کرتا، یا پھر کسی دوسرے شخص کو اپنا وکیل بناتا جو آپ کے نکاح کی ذمہ داری پوری کرتا، اور اگر وہ انکار کر دیتا اور رشتہ بھی برابری اور کفؤ والا تھا تو یہ ولایت اس کے بعد والے ولی میں منتقل ہو جاتی، اور وہ دادا ہے اگر موجود تھا تو، وگرنہ ولایت بھائی میں منتقل ہو جاتی اگر وہ بالغ تھا، اور اگر عصبہ مرد کوئی نہیں تھا تو پھر یہ ولایت قاضی میں منتقل ہو جائیگی.

سوم:

اوپر جو کچھ بیان ہوا ہے اس کی بنا پر آپ کا نکاح بغیر ولی کے ہوا ہے، اور جمہور علماء کے ہاں ولی کے بغیر نکاح صحیح نہیں، اور امام ابو حنیفہ کے ہاں صحیح ہے.

لیکن احادیث کی روشنی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق ولی کے بغیر نکاح صحیح نہیں.

اس بنا پر اگر آپ کے ملك میں عدالتی اور قاضیوں کا نظام حنفی مسلك کے مطابق ہے تو پھر ولی کے بغیر نکاح صحیح ہے، اور یہ نکاح چلےگا، اور نہیں ٹوٹتا.

لیکن حدیث کی رو سے یہ نکاح باطل ہے، کیونکہ ولی کے بغیر ہوا ہے.

اور اگر آپ کے ہاں قاضیوں کا نظام نہیں ہے تو پھر یہ نکاح لغو اور ختم ہے، پھر اگر آپ دونوں ایك دوسرے کو چاہتے ہیں تو ولی کی موجودگی میں نکاح کی تجدید کر لیں.

ابن قدامہ رحمہ اللہ نے ولی کے بغیر نکاح صحیح نہ ہونے کا فیصلہ کرنے کے بعد کہا ہے:

" اگر حاکم اس عقد نکاح کے صحیح ہونے کا فیصلہ کر دے تو اس نکاح کو توڑنا جائز نہیں، کیونکہ یہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے، اور اس سلسلہ میں وارد شدہ احادیث میں تاویل کرنا ممکن ہے، بعض اہل علم نے اسے ضعیف قرار دیا ہے " انتہی بتصرف.

دیکھیں: المغنی (7 / 6).

اور شیخ محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ درج ذیل مسئلہ دریافت کیا گیا:

ایك لڑکی کی شادی اس کے ماموں نے کر دی تو کیا یہ صحیح ہے ؟

شیخ رحمہ اللہ کا جواب تھا:

" ولی نہ ہونے کی بنا پر یہ عقد نکاح صحیح نہیں، کیونك عقد نکاح میں ولی کی شرط ہے، اور ماموں نکاح میں ولی نہیں ہوتا، اس لیے جب ولی ہی مفقود ہو تو نکاح فاسد ہے، جمہور اہل علم کا قول یہی ہے، اور مذہب میں مشہور بھی یہی ہے، انہوں نے درج ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے:

ابو موسی اشعری رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" ولی کے بغیر نکاح نہیں "

اسے پانچوں نے روایت کیا ہے اور ابن مدینی نے اسے صحیح قرار دیا ہے.

اور عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" جس عورت نے بھی ولی کی اجازت کے بغیر اپنا نکاح خود کیا تو اس کا نکاح باطل ہے، باطل ہے، باطل ہے، اور اگر اس کے ساتھ دخول ہو جائے تو اس کی شرمگاہ حلال کرنے کی وجہ سے اسے پورا مہر دینا ہو گا، اور اگر وہ جھگڑا کریں تو جس کا ولی کوئی نہیں اس کا سلطان یعنی حکمران ولی ہے "

اسے احمد اور ابو داود اور ترمذی نے روایت کیا اور صحیح کہا ہے.

اور اگر دھوکہ کا دعوی ہو (یعنی خاوند دعوی کرے کہ اسے دھوکہ دیا گیا ہے) تو اس دعوی کو سننے میں کوئی حرج نہیں، اور اگر وہ دونوں ایك دوسرے کو چاہتے اور نکاح قائم رکھنا چاہتے ہیں تو ان کے نکاح کی تجدید کر دی جائیگی، اور وہ عدت کی محتاج نہیں، کیونکہ پانی اسی کا ہے.

وگرنہ (یعنی اگر وہ ایك دوسرے کو نہ چاہتے ہوں) ان میں علیحدگی کرا دی جائیگی، اور خاوند کو چاہیے کہ وہ اسے طلاق دے، کیونکہ عقد فاسد طلاق کا محتاج ہوتا ہے.

اور اگر وہ طلاق دینے سے انکار کر دے تو حاکم اس عقد نکاح کو فسخ کر دیگا " انتہی

دیکھیں: فتاوی الشیخ محمد بن ابراہیم (10 / 73).

واللہ اعلم .